ڈاکٹر نقیب احمد جان
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو
ویمن یونیورسٹی، صوابی

'دستار نامہ' از خوشحال خان خٹک: تعین قدر/ اُردو ترجمہ بحوالۂ خاطر غزنوی

Khushal Khan Khattak the Afghan warrior poet had a multidimensional personality. He possessed all the qualities of a good leader. He was a warrior, poet, scholar, the ruler of his tribe, prose writer, the modifier of a writing style known as Zanzeeri, a hunter and a Sufi at the same time. Besides poetry and prose writings, Khusal Khattak translated various books from Arabic and Persian to Pashto, thus becoming the first ever translator of literary works in Pashto Language. He was a ruler by nature and he spent a pretty good span of his life at Mughal Darbar. So he knew the abilities, capabilities, qualities and secrets of the best ruler. He highlighted these prerequisites for a best ruler in his book Dastar Nama. The said book has forty chapters; among them twenty are about the talents, to be possessed by a person who is likely to deserve keeping the Dastar, the turban on his head. And then twenty good qualities which are mandatory for a man deserving the Dastar. The said book was translated into Urdu by a renowned poet and scholar Professor Khatir Ghaznavi. This paper is a brief account of the said work of translation.

خوشحال خان خٹک پشتو ادبیات میں مرکزی ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ نابغہ روزگار تھے۔ خوشحال خان خٹک ایک قادر الکلام شاعر اور صاحب اسلوب نثر نگار تھے۔ ایک عالم فاضل شخص تھے۔ وہ سردار، شہنشاہ ہندوستان کے منصب دار تھے۔ اللہ تعالی نے انہیں وہ خوبیاں ودیعت کی تھیں کہ جس طرف نگاہ کرتے چیزیں اس کے سامنے سرنگوں ہو جاتی تھیں۔ انہوں نے قلم اٹھایا تو نثر و نظم کے میدان میں ایک عظیم نثر نگار اور بڑے شاعر کی صورت میں جلوہ گر ہو گئے۔ دستار نامہ عظیم پشتو شاعر و نثر نگار، صاحب سیف و قلم خوشحال خان خٹک کی عظیم تصانیف میں سے ایک ہے۔ دستار نامہ پشتو ادبیات کی شاہکار کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ اس نے نہ صرف علاقائی ادب بلکہ دیگر تمام پاکستانی ادب اور اصناف کو بھی متاثر کیا ہے۔ دستار نامہ کا تقریبا ہر بڑی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اردو اور پشتو ادب کے ممتاز شاعر، نقاد، محقق و مترجم پروفیسر خاطر غزنوی نے اسے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ذیل میں ہم خوشحال خاں خٹک کی نثری کتاب 'دستار نامہ' کے تعین قدر کے ساتھ ساتھ اس کے اردو ترجمے کا بھی تجزیہ پیش کریں گے۔

اردو پشتو تراجم کے حوالے سے یہ بات اور بھی اہمیت حاصل کر جاتی ہے کہ اردو ہماری قومی زبان ہے اور پشتو علاقائی زبان، پشتو مخصوص علاقوں میں بولی جانے والی زبان ہے جس طرح پنجابی، سرائیکی، بلوچی، ہندکو وغیرہ مخصوص علاقوں کی زبانیں ہیں۔ ترجمے کے ذریعے اپنے اقدار وروایات، تہذیب، کلچر، رسوم ورواج اور ادبیات سے دوسری اقوام کو باخبر کیا جاسکتا ہے۔ایسے ہی خوشحال خاں خٹک کی عظیم تخلیقات کے مختلف زبانوں میں تراجم نے پاکستانی ادبیات کو بھی مالا مال کیا ہے۔خوشحال خان خٹک کی ادبی حیثیت کے حوالے سے افتخار عارف نے ڈاکٹر خدیجہ بیگم فیروز الدین کی کتاب 'خوشحال خان خٹک: حیات وفن' کے پیش نامہ میں کچھ اس طرح سے اظہار خیال کیا ہے کہ

> خوشحال خان خٹک پشتو زبان وادب کے بلاشبہ عظیم ترین نمائندے ہیں۔ان کی شخصیت اور شاعری صدیوں سے عوام وخواص پر اثر انداز ہوتی چلی آرہی ہے۔خوشحال خان خٹک کی ادبی میراث نے پاکستان کے ادب کو جتنا ثروت منداور مالا مال کیا ہے، صاحبان دانش وبینش اس سے بہ خوبی واقف ہیں۔[۱]

مندرجہ بالا اقتباس کا اگر تنقیدی جائزہ لیا جائے تو افتخار عارف کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ خوشحال خان خٹک کے ہاں جو آفاقی پیغام، علم ودانش اور حکمت آموز باتیں، حقائق کا بے باکانہ انداز بیان ہے وہ تخلیقی ادب کی بہترین مثال ہے۔خوشحال خاں خٹک ایک ہمہ گیر وہمہ جہت شخصیت تھے۔اس سبب سے ان کے کلام میں بھی ہمہ گیریت، آفاقیت اور رنگارنگی پائی جاتی ہے۔ان کے رنگین اور آفاقی شعری کلام میں سے منتخب کلام کو ڈاکٹر سید انوار الحق نے اردو ترجمہ کر کے اردو دان طبقہ کو خوشحال خاں خٹک سے روشناس کروایا۔پشتو اکیڈمی جامعہ پشاور نے خوشحال خاں خٹک کی تخلیقات کا پہلا ترجمہ ڈاکٹر سید انوار الحق سے کروا کر شائع کیا۔اس ترجمے کے حوالے سے پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب رضی الدین صدیقی صاحب کا کہنا ہے کہ ''منتخبات خوشحال کا یہ اردو ترجمہ اکیڈمی کا پہلا کارنامہ ہے اور اس لحاظ سے قابل ستائش ہے کہ اس طرح پشتو کے عظیم المرتبت شاعر کا کلام سب پاکستانیوں تک پہنچ جائے گا۔توقع ہے کہ اس کو ملک میں قبول عام حاصل ہو گا۔''[۲] جب کسی دوسری زبان میں موجود علوم کا ترجمہ کیا جاتا ہے تو نہ صرف یہ کہ وہ علوم اپنی زبان میں در آتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ وابستہ اصطلاحات، روزمروں اور الفاظ کا استعمال بھی زبان میں در آتا ہے۔اردو زبان نے ترجمے کے میدان میں کافی ترقی کی ہے اور ترجمے کی ہی بدولت اس کے علمی سرمائے میں اضافہ ہوا ہے۔رضا ہمدانی ترجمے کی اہمیت کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ ''دنیا کا وہ پہلا شخص جس نے ترجمہ کی طرف توجہ دی، ادب کے علاوہ انسانیت کا بھی محسن تھا۔''[۳] ترجمہ کی ضرورت واہمیت ہر دور میں یکساں رہی ہے۔ترجمہ کی بدولت دوسرے علاقوں، اقوام کی تہذیب وروایات، رسوم ورواج، ذہنی میلانات اور فکری رجحانات سے روشناس کروایا جاتا ہے۔ترجمے کیا سی مقصد کے تناظر میں خاطر غزنوی کا 'دستار نامہ' ہمارے سامنے آتا ہے۔ دستار نامہ کا اردو ترجمہ پروفیسر خاطر غزنوی نے کیا ہے پروفیسر خاطر غزنوی یہ ترجمہ کرتے وقت شعبہ اردو جامعہ پشاور میں ایسوسی ایٹ پروفیسر کے منصب پر کام کر رہے تھے۔پروفیسر پردل خان خٹک (جو اس وقت پشتو اکیڈمی جامعہ پشاور میں ریسرچ سپیشلسٹ کے عہدے پر تعینات تھے) نے اس پر نظر ثانی کی ہے۔اور

پروفیسر محمد نواز طائر ڈائرکٹر پشتو اکیڈمی جامعہ پشاور کے زیرنگرانی پشتو اکیڈمی نے اس کو اپنے مطبوعات کے سلسلہ نمبر ۴۰۲ کے تحت سال ١٩٨٠ء میں شائع کیا ہے۔ دستار نامہ اور اس کے اُردو ترجمہ کے بارے میں پروفیسر محمد نواز طائر لکھتے ہیں۔

> دستار نامہ خوشحال خان خٹک کی ادبی تخلیقات کا مشہور شاہکار ہے اس میں موصوف نے حکمرانی کے فنون اور سرداری و امارت کیلئے موزوں صفات کی تشریح کی ہے اور کسی حد تک بین الاقوامی سطح پر یہ کتاب میکیاویلی کی کتاب "پرنس" کے ہم پلہ ہے اس وقت اگر شاعر مشرق علامہ اقبال زندہ ہوتے اور وہ خان موصوف کے ان افکار عالیہ کو بھی مطالعہ کرتے تو وہ تاثر قائم کرتے کہ وہ یقیناً اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہوتا جو انہوں نے خان کے منظوم کلام کے تراجم سے کیا تھا۔[۴]

زیرنظر کتاب سے خوشحال خان خٹک کی سیاسی بصیرت اور جہان داری اور جہان بینی کی قابلیت کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔ دستار نامہ کا اردو ترجمہ کروانا پشتو اکیڈمی کی ایک دیرینہ خواہش تھی جس کو عملی جامہ پہنانا حکومت پاکستان کی مالی اعانت سے ممکن ہوسکا۔ اہل علم اور خوشحال خاں خٹک کے مداحین اس کتاب دستار نامہ کیا اردو ترجمے سے کما حقہ استفادہ کر سکیں گے۔ دستار نامہ کے مذکورہ ترجمے کے بارے میں پروفیسر پریشان خٹک ان الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

> دستار نامہ کا یہ ترجمہ اُردو کے مشہور شاعر اور ادیب جناب خاطر غزنوی نے کیا ہے۔ اور اس پر نظر ثانی پشتو کے محقق حاجی پردل خان خٹک نے کی ہے۔ جہاں تک ترجمے کا تعلق ہے یہ خوشحال خان خٹک کے دستار نامہ کی صحیح عکاسی ہے اور کتاب کا ہر پہلو مناسب طور پر آشکارا کیا گیا ہے۔[۵]

مندرجہ بالا اقتباس کے تناظر میں بات ہوجاتی ہے کہ یہ کتاب اُردو دان طبقہ کے لئے خوشحال خان خٹک کے افکار و نظریات کا نہ صرف تعارف بلکہ اس سے اسلامی تعلیمات و افکار اور پشتون نظریات و روایات کی ترویج و اشاعت میں بھی مددگار ثابت ہوگی۔ اور صحیح اسلامی معاشرہ کے قیام میں یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ زیرنظر نسخہ 'دستار نامہ' کل ۳۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے مندرجات کی فہرست اس طرح سے ہے:

پیش لفظ	:	پروفیسر محمد نواز طائر
دیباچہ	:	پروفیسر پریشان خٹک
فصل اول	:	دستار کی حقیقت
دوسری فصل	:	قابلیت اور استعداد کے ضمن میں
باب اول	:	بیس ہنر
دوسرا باب	:	خصائل

پہلا ہنر	:	خود شناسی
دوسرا ہنر	:	علم یعنی کسب کمال
تیسرا ہنر	:	تحریر کہ داخل کسب کمال ہے
چوتھا ہنر	:	شاعری
پانچواں ہنر	:	تیراندازی
چھٹا ہنر	:	تیراکی
ساتواں ہنر	:	گھڑسواری
آٹھواں ہنر	:	شکار کہ کسب حلال ہے
نواں ہنر	:	شجاعت
دسواں ہنر	:	سخاوت
گیارہواں ہنر	:	معاشرت
بارہواں ہنر	:	تربیت اولاد
تیرہواں ہنر	:	ملازموں کی تنظیم وتادیب
چودھواں ہنر	:	اسباب معیشت
پندرھواں ہنر	:	زراعت
سولہواں ہنر	:	تجارت
ستراھواں ہنر	:	تحقیق نسب
اٹھارہواں ہنر	:	علم موسیقی
انیسواں ہنر	:	نردوشطرنج
بیسواں ہنر	:	نقاشی مصوری
باب دوم	:	خصائل کے بارے میں
پہلی خصلت	:	مشورہ

دوسری خصلت	:	عزم
تیسری خصلت	:	خاموشی
چوتھی خصلت	:	سچائی
پانچویں خصلت	:	شرم وحیا
چھٹی خصلت	:	خوش خلقی
ساتویں خصلت	:	مروت
آٹھویں خصلت	:	عفووکرم
نویں خصلت	:	تمیزوشعور
گیارہویں خصلت	:	توکل
بارہویں خصلت	:	تربیت اوراپنی نوازش کی وقعت
تیرہویں خصلت	:	بیم ورجا
چودہویں خصلت	:	انتظام مملکت
پندرہویں خصلت	:	ہمت
سولہویں خصلت	:	حلم
سترہویں خصلت	:	غیرت
اٹھارہویں خصلت	:	حزم واحتیاط
انیسویں خصلت	:	ورع وطاعت اورعبادت
بیسویں خصلت	:	استغفار
خاتمہ کتاب	:	جہالت اورحماقت

کتاب کی ابتدا فارسی حمد سے ہوئی ہے۔اس کے بعد خوشحال خان خٹک نے دستار نامہ کی تصنیف کا مقصد و مدعا بیان کیا ہے فراق نامہ ان کی دوسری کتاب ہے جو اُنہوں نے دستار نامہ کی طرح عالم اسیری میں رنتھمبور میں تحریر کی۔اس میں ایک شعر انہوں نے لکھا ہے۔۔ انہوں نے اس میں دستار کی اہمیت اور فضیلت پر روشنی ڈالی ہے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ کون شخص دستار پہننے کے لائق ہے اور کون نہیں۔ان کا شہرہ آفاق شعر

چی دستار تړی هزار دی د دستار سړی په شمار دی

(ترجمہ: سر پر دستار رکھنے والے ہزاروں ہیں لیکن جو دستار پہننے کے لائق ہیں وہ گنتی کے چند آدمی ہیں) ان کے اس نظریے اور دوٹوک فیصلے کی غمازی کرتا ہے کہ دستار صرف ان کو زیب دیتا ہے جو اس کے پہننے کے اہل ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس شعر کے اندر جو مضمون پوشیدہ ہے اس کو واضح کرنے کیلئے ان کے دل میں خیال گزرا کہ ایک رسالہ تحریر کریں اور اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انہوں نے دستار نامہ تحریر کرنے کا بیڑہ اُٹھایا۔ ان کے خیال میں دستار نامہ ان کے اس شعر کے پورے معنی واضح کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس شعر میں جو معنی پوشیدہ ہیں ان کا کچھ حصہ واضح کرنے کے لیے انہوں نے یہ کتاب تحریر کی ہے۔ لکھتے ہیں: اس شعر میں جو معنی پنہاں ہیں، ان کا کچھ حصہ اس کتاب میں شامل کروں۔ ٦

کتاب کی ابتدا میں اس شعر کو بنیاد بنا کر اس کی تشریح و توضیح اور دستار سر پر رکھنے والے انسان سے دستار کے جو تقاضے ہیں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ فہرست پر نظر ڈال کر ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ دستار سر پر رکھنے کے لیے کتنی ریاضت، محنت اور خلوص کی ضرورت ہے۔ خوشحال کے خیال میں ان کی بیان کردہ خصلتیں اور ہنر بھی چیدہ چیدہ ہیں دستار کے کچھ مزید تقاضے بھی ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے دستار سر پر رکھنے کی اہلیت پانے کے لیے جو ہنر اور خصلتیں بیان کی ہیں ان پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ صاحب دستار کتنا بلند مرتبہ شخص ہوگا۔ خوشحال خاں خٹک کی اس عظیم منفرد نصیحت آموز نثری کتاب 'دستار نامہ' کے متعلق بیگم خدیجہ فیروز الدین لکھتی ہیں:

> دستار نامہ: خوشحال کا ایک اور قابل ذکر کارنامہ نثر میں ہے جو زندگی کے ہر ایک پہلو مثلاً سیاسی، اخلاقی، معاشرتی اور تعلیمی وغیرہ کے سلسلے میں عملی رہنمائی پر مشتمل ہے۔ یہ خصوصی طور پر ان خوبیوں پر زور دیتا ہے جو ایک سردار کے لیے لازمی ہیں۔ اور کردار کی یہ خصوصیات لوگوں کو عظمت کی طرف لے جاتی ہیں۔ کتاب کو بجا طور پر دستار نامہ کا نام دیا گیا ہے کیونکہ یہ نام اس کے نفس مضمون کی عکاسی کرتا ہے۔ جو دستار کی فضیلت بیان کرنے اور سردار بننے کی تفصیلی روداد پیش کرتا ہے۔ ے

بیگم خدیجہ فیروز الدین کیمطابق دستار نامہ انسانی زندگی کے تمام سیاسی، اخلاقی، معاشرتی اور تعلیمی معاملات کا احاطہ کرتا ہے۔ خوشحال خان خٹک اس میں دستار کی اہمیت اور قدر و منزلت کا معیار متعین کرتے ہیں اور پھر جو آدمی اس معیار پر پورا اترے اس کو دستار کا اہل گردانتا ہے اور جو آدمی اس معیار پر پورا نہ اترے اس کو دستار پہننے کے باوجود وہ صاحب دستار یا دستار کا اہل شمار نہیں کرتا۔ صاحب دستار یا دستار کے اہل فرد کے لیے خوشحال نے جو صفات متعین کی ہیں وہ کسی فرد میں پیدا ہو جائیں تو وہ بلند انسانی اور اخلاقی مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے۔ اس میں انسانیت کی اعلیٰ صفات پیدا ہو جاتی ہیں اور اس کے بعد ہی کہیں جا کر وہ انسانی معاشرے میں بزرگی اور عظمت کا نمونہ بن سکتا ہے۔ خوشحال کی نظر میں وہ حتیٰ کہ وہ سردار بھی جو ان اعلیٰ صفات سے متصف نہ ہو سر پر دستار رکھنے کا اہل نہیں ہے تو پھر کجا عام لوگ جو نہ تو کوئی فضیلت رکھتے ہیں اور نہ ہی

دستار پہننے کی خاصیت وہ دستار پہننے کے کسی طرح اہل نہیں۔ان کے بیان کردہ بیس ہنروں میں سب سے پہلا ہنرخودشناسی کا ہے انسان اپنے آپ کو پہچان لے تو پھر کائنات کے سارے راز تو کیا کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے راز تک اس پر آشکارا ہوجاتے ہیں۔ پھر علم ہے، تحریر ہے، شاعری، تیراندازی، تیراکی، گھڑسواری، شکار، شجاعت، سخاوت، معاشرت، تربیت اولاد، ملازموں کی تنظیم وتادیب، اسباب معیشت کا انتخاب، زراعت، تجارت، تحقیق نسب، علم موسیقی، نردوشطرنج اور نقاشی ومصوری۔ان بیس ہنروں کے علاوہ صاحب دستار کے لیے اپنی ذات میں بیس خصلتیں بھی پیدا کرنی لازمی ہیں اور وہ ہیں مشورہ، عزم، خاموشی، سچائی، شرم وحیا، خوش خلقی، مروت، عفووکرم، تمیزوشعور، عدل وانصاف، توکل، تربیت اور اپنی نوازش کی وقعت، بیم ورجا، انتظام مملکت، ہمت، حلم، غیرت، حزم واحتیاط، ورع وطاعت اور عبادت، استغفاران کے بعدخوشحال خان خٹک نے کتاب کے اختتام میں انسانی فطرت کی جہالتوں اور حماقتوں کا بھی ذکر کیا ہے جن سے ہر صاحب دستار کے لیے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا لازمی ہے۔مثلاً کتاب کی فصل اول کی ابتداء کچھ اس طرح سے ہے۔مثلا دستار کی اہمیت معلوم ہونا چاہیے کہ سر پر دستار باندھنے کا مطلب نمود ونمائش نہیں بلکہ خاطر غزنوی ایک مقام پر ترجمہ کرتے ہوئے کچھ اس طرح سے لکھتے ہیں کہ

> دستار آدمی کی حیااورعزت کا نشان ہے۔مرد کی حیا تمام تر دستار میں ہے۔دستار کے بارے میں جو کچھ میں نے حدیث میں پایا وہ سب کچھ بیان کروں گا،لیکن پہلے تعارف کے طور پر اس عادت پر ایک نظر ڈال لی جائے جب کوئی بادشاہ یا امیر پہلے تخت یا مسندامارت پر بیٹھتا ہے تو بادشاہ کی تاج پوشی اور امیر کی دستار بندی کی جاتی ہے۔ان میں جو قابل اور لائق ہوتے ہیں ان کے لئے باعث زیب اور جو نا قابل ہوتے ہیں ان کے لئے موزوں نہیں ہوتی، جولوگ متفقہ طور پر دستار اس شخص کے سر پر رکھتے ہیں گویا وہ اس کی اطاعت قبول کرتے ہیں۔یوں دستار کی عزت دونوں فریقوں پر لازم ہوجاتی ہے۔یعنی وہ جو دستار پہناتے ہیں اور وہ جو دستار پہنتے ہیں۔۸

دستار عزت، فضیلت اور بڑائی کی نشانی ہے۔جس کی عزت اور فضیلت باقی نہیں رہتی اس کیلئے دستار پہننا باعث فخر نہیں ہے۔خوشحال خان خٹک نے اس حوالے سے ایک مثال دی ہے جس کا ترجمہ خاطر غزنوی اس طرح سے کرتے ہیں۔

> یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ کوہستان کے پٹھان اور ہندوستان کے راجگان جو نام وناموس کے لئے مشہور ہیں اور ان میں تہور اور بسالت بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔جب کبھی دشمن سے شکست کھا جاتے ہیں۔شرم کے مارے سر پر سے دستار اُتار پھینکتے ہیں۔اور کہتے ہیں۔"اب دستار پہننا بے معنی ہے۔دستار سر پر تبھی رکھی جائے گی جب اس شکست کا انتقام لیا جائے گا۔ ۹

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ ہر قوم میں اپنے حکمران یا بادشاہ کی جھلک بدرجہ اتم موجود اور جلوہ گر ہوتی ہے۔ اگر حکمران یا بادشاہ عیش کوش اور عیش پرست ہے تو اس کی رعایا میں بھی یہی رجحان ملے گا اگر بادشاہ سخت کوش، محنتی اور اعلیٰ اقدار کا حامل ہے تو اس کی قوم میں بھی بادشاہ کی دیکھا دیکھی سخت کوشی، محنت، جفاکشی اور بہترین انسانی اقدار کا ظہور ہوگا۔ اگر بادشاہ بادشاہی کا اہل نہیں ہے تو اس کی رعایا کا چین وسکون غارت ہو جاتا ہے۔ ان کو اپنے حقوق کے لیے لڑنا مرنا پڑتا ہے اور ان کی زندگی جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔ پشتو ادبیات پر گہری اور محققانہ نظر رکھنے والے مشہور ادیب و محقق ہمیش خلیل دستار نامہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ''یہ خوشحال خان خٹک کی پشتو نثر میں ایک اہم کتاب ہے۔ جس میں حکمرانی کے طور طریقوں اور ایک حکمران کی صفات پر بحث کی گئی ہے اور وہ تمام اخلاقی فضائل زیر قلم لائے ہیں جو ایک بادشاہ یا حکمران کے لیے ضروری ہیں۔'' ۱۰ لہذا حکمران کے لیے لازم ہے کہ وہ سر پر دستار فضیلت رکھنے سے پہلے یک نظر اپنے اوپر ڈالے کہ آیا وہ اس دستار کا اہل بھی ہے یا نہیں۔ اگر اس میں وہ تمام اعلیٰ صفات اور بہترین اقدار (جو خوشحال خان خٹک نے صاحب دستار کے لیے لازمی قرار دی ہیں) موجود ہیں تو بے شک دستار سر پر رکھ لے اگر خدانخواستہ ایسا نہیں تو پھر اس سے سرداری اور حکمرانی کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔ پھر وہ دستار فضیلت سر پر رکھ کر خلق خدا کے لیے باعث راحت وسکون بننے کے برعکس ان کے لیے زحمت اور وبال کا سبب بنے گا اس لیے ایسے فرد کو دستار پہننے کا کوئی حق نہیں۔ دوست محمد خان کامل مہمند دستار نامہ کے متعلق لکھتے ہیں ''دستار نامہ خان عیلین مکان کی ایک بہت ہی اہم تصنیف ہے۔ جو اس کے متفرق نثری مضامین متعلق سیاست، تہذیب، اخلاق، شکار، فنون سپہ گری، لعب اور فنون لطیفہ کا مجموعہ ہے۔'' ۱۱ زیر نظر رائے کے مطابق خوشحال خان خٹک نے دستار نامہ لکھ کر ادبیات عامہ پر گہرے نقوش ثبت کیے ہیں۔ پروفیسر خاطر غزنوی نے ان اشعار کا ترجمہ نثر میں اور کبھی شعری صورت میں درج کیا ہے۔ ہنر مندی کی فضیلت کے بارے میں خوشحال خٹک کے ایک پشتو قطعہ کا ترجمہ وہ اس طرح سے کرتے ہیں:

> ترجمہ: اگر تیرے پاس عظمت حاصل کرنے کیلئے کوئی ہنر نہیں تو تیرا بخت بھی بے بس ہو جائے گا اگر گھوڑے میں ہنر کی کوئی بات ہوگی تو اسے اچھا کہیں گے۔ ورنہ بصورت دیگر اس سے اچھا گدھا بہتر ہے اگر طالع اور ہنر دونوں کو ساتھ ساتھ رکھ دو تو خوشحال ہنر ہی کو منتخب کرے گا۔ اگر بے ہنر ساری دنیا کا بادشاہ بھی بن جائے تو کوئی بھی اس کی بڑائی کو پسند نہیں کرتا اگر کوئی ہنر مند کشکول ہاتھ میں لے کر گدائی اختیار کرلے تو ہر شخص اس کی اس حالت پر افسوس کرے گا۔ ۱۲

خوشحال خان خٹک کی یہ تصنیف ایک ہی موضوع پر مربوط کتاب ہے۔ دوست محمد خان کامل مہمند نے اس کتاب کو متفرق مضامین کا مجموعہ کہا ہے۔ یہ کامل صاحب کی اپنی رائے ہے جب کہ متفرق مضامین اس کو اس صورت میں کہا جا سکتا تھا جب ہر مضمون کا الگ موضوع ہوتا۔ تاہم انہوں نے ایک بڑے مغالطے کی طرف اشارہ کیا ہے جو مشہور مستشرق میجر راورٹی Major Roverty کو اس تصنیف کے حوالے سے ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''دستار نامہ کے متعلق میجر راورٹی کے

نوٹ مندرجہ مقدمہ گرامر سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔مستشرق موصوف نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ کتاب پگڑی، اسے سر پر باندھنے کے مختلف طریقوں اور دعاؤں کے متعلق ہے جو ان مواقع پر پڑھی جاتی ہیں۔'' ۱۳ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میجر راورٹی نے اس کتاب کو پڑھا ہے اور نہ ہی اس کے مندرجات کو ملاحظہ کیا ہے بصورت دیگر ان سے اس قسم کے بڑے مغالطے کی توقع نہیں کی جاسکتی کیونکہ مستشرق موصوف انگریز ہونے کے باوجود پشتو ادبیات کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے اور پشتو زبان سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔دستارنامہ کی تحریر اور سال تکمیل کے بارے میں دوست محمد خان مہمند لکھتے ہیں۔

دستارنامہ بھی رنتھمبور میں ۱۷ ماہ ربیع الاول ۱۰۷۶ھ (ستمبر ۱۶۶۵) کو پایہ تکمیل کو پہنچا۔خوشحال خان نے اس کی تاریخ یوں کہی ہے۔۔'وایم دا بس دے محنت د بیلتانہ' یعنی ۱۰۷۶ ھج۔ ۱۴

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ دم تحریر خوشحال خان خٹک دسترس کسی کتب خانے تک نہیں تھی پھر بھی اس نے اس کتاب میں جن سیاسی، اخلاقی علمی اور معاشرتی مسائل پر خامہ فرسائی کی ہے اور جس بھرپور انداز میں کی ہے اس سے ان کی ذاتی لیاقتوں اور علم و دانش کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔خوشحال خان خٹک خود پشتون تھے اس لئے ان کے نزدیک پشتون ہی وہ واحد قوم ہے جنہوں نے بحیثیت مجموعی اسلام کو اپنایا ہے اور ابھی تک اپنا رکھا ہے۔کوئی بھی پشتون جو مسلمان نہیں ہے وہ خود پشتون نہیں کہلوانے کا مستحق قرار دیا جاسکتا ہے۔ پشتونوں کے اپنے نظام حیات یعنی "پشتو" میں جو خوبیاں تھیں اور جو اخلاقی قدریں تھیں ان کی نگہبانی صرف اسلامی تہذیب اور اسلامی احکام ہی کر سکتے تھے۔اگر اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو دستارنامہ پشتون اور اسلامی نظام حیات میں شامل تمام اخلاقی خوبیوں کی جامع کتاب ہے۔خوشحال خان خٹک کی اس کتاب کے عرصۂ تحریر اور جائے تحریر کے بارے میں پروفیسر پریشان خٹک لکھتے ہیں:

خوشحال خان خٹک نے یہ کتاب ایسی حالت میں لکھی ہے جب وہ رنتھبور کے قلعہ میں محبوس تھا اور تمام وسائل و ذرائع سے دور۔ نہ تو اسے کتب خانے مہیا تھے اور نہ ہی اپنا جمع کیا ہوا سرمایہ کتب۔بس وہ تھا اور اس کی فطری صلاحیتیں، تنہائی تھی اور پریشانیاں، نہ تو سکون خاطر میسر تھا اور نہ شگفتگی فکر۔پھر بھی اس کی کتاب کو اس فن کی بڑی بڑی کتابوں کے ساتھ رکھا جاسکتا ہے اور دیکھا جاسکتا ہے کہ اس کا قد اب بھی دوسروں سے اونچا دکھائی دیتا ہے۔ ۱۵

دستارنامہ میں خوشحال خان خٹک نے قرآنی آیات، احادیث، فقہ کے مسائل، مقولوں اور فارسی اشعار کو جہاں ضرورت محسوس کی درج کیا ہے۔اس سے ان کی علمیت کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے اور اپنے موضوع کے لئے استدلالی انداز بیاں اپنانے کی بہترین مثال ہے۔خوشحال خان خٹک کے دو اوصاف کو جگہ جگہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔انہوں نے بادشاہ کو خاطر میں لایا ہے نہ کسی اور شخص کا لحاظ رکھا ہے۔ انہوں نے لگی لپٹی سے کام نہیں لیا بلکہ جو حقیقت ہے اور جو ان کی نظر میں درست ٹھہرا، بے دھڑک اس کا اظہار کر دیا ہے۔حقائق کا یہ بے باکانہ اور بے دھڑک اظہار خوشحال خان خٹک کو ایک حقیقت

پسند ادیب کے طور پر نہ صرف سامنے لاتا ہے بلکہ ان کے نظریہ "فن برائے زندگی" کی غمازی کرتا ہے۔ انہوں نے دستا رنامہ کے متعلق کہا ہے کہ میں نے یہ کتاب اس لئے تحریر کی کہ کسی کے کام آ سکے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ وہ جو لکھ رہے ہیں۔ اس پر اگر عمل کیا جائے تو ایک بہترین سلطنت اور مثالی معاشرے کا قیام ممکن ہے۔ انہوں نے فن برا ئے فن یا ادب برائے ادب کے نظریے کے تحت لفظی بازی گری کو اپنا شعار نہیں بنایا۔ بلکہ با مقصد ادب تخلیق کرنے کو اولیت دی۔ ذیل میں ان کے ایک قطعہ کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جس سے ان کے با مقصد اندازِ تحریر پر صاد ہے۔

چې د دو سو پنځه ورکړ

دا زکواة د شریعت دے

چې د دو سو پنځه کېږدې

دا زکواة د طریقت دے

چې همه واړه تاله کړې

دا زکواة د حقیقت دے

چې دا درې کښې دې هر څه شی

هغه واړه سعادت دے

چې له دې واړو بیرون شو

مخ یې تور شه فضیحت دے

په نیت جوړ اوسه خوشحاله

همګی مدار په نیت دے

ترجمہ: دو سو میں سے پانچ بخش دو تو یہ زکوۃ بمطابق شریعت ہے۔ دو سو میں سے پانچ رکھ لو تو یہ زکوۃ بمطابق طریقت ہے۔ سب کے سب بخش دو تو یہ زکوٰۃ بمطابق حقیقت ہے۔ ان تینوں میں سے جو طریقہ اختیار کر لو سبھی باعث سعادت ہیں۔ ان تینوں طریقوں کو چھوڑ دو تو دین دنیا میں روسیاہی ہے۔ اے خوشحال! نیت بخیر ہونی چاہیے۔ ہر چیز کا دارومدار نیت پر ہے'' [۱۶]

ایک اور رباعی کا ترجمہ اس طرح سے کرتے ہیں:

پہ زبان کښې وی کارونه

هم سودونه هم زیانونه

که له زیانه یې خلاصېږم

زه یې مه وینم سودونه

ترجمہ: تمام کام زبان پر منحصر ہیں چاہے وہ مفید ہوں یا مضر اگر اس کے نقصان سے امان پاؤں تو مجھے اس کے فوائد کی پرواہ نہیں۔ ۱۷

پروفیسر خاطر غزنوی اردو زبان کے اچھے شاعر بھی تھے۔ انہوں نے کہیں کہیں پر خوشحال خان خٹک کے پشتو اشعار کا ترجمہ اُردو اشعار میں بھی کیا ہے۔ یہ ان کا کامیاب تجربہ ہے۔ اگر چہ منظوم ترجمے کے بارے میں ناقدین کی رائے کچھ اتنی اچھی نہیں ہے۔ اکثر کا خیال ہے کہ نظم کا نظم میں ترجمہ کرتے وقت اس کی روح مسخ ہو جاتی ہے پھر بھی مترجمین نے اچھے اچھے منظوم تراجم کیے ہیں۔ مثلاً رحمان بابا کے کلام کا منظوم ترجمہ جو امیر حمزہ خان شنواری نے کیا ہے بہت حد تک ایک کامیاب ترجمہ ہے۔ اس طرح خاطر غزنوی کے اس ترجمہ کو ملاحظہ کریں تو مضمون کی پوری ادائیگی اس میں ہوئی ہے۔

درسته شه یې ته دلداره

یوه چاره دې بې کاره

چې و تا وته نزدې شی

نوره یې د هغه یاره

ترجمہ: یوں تو ہے جاں! سرتاپا دلدار تو ایک خو میں ہے مگر بے کار تو جس نے بھی قربت تیری چاہی یہاں ہو گیا آخر اسی کا یار تو ۔ ۱۸

منظوم ترجمے کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو:

د خوشحال خټک له عشقه گفتگویی شی

چې په لوښی کښې څه وی هغه ترې تویی شی

ترجمہ: خوشحال کی باتیں ہیں فقط عشق کی باتیں جو ظرف میں ہوتا ہے چھلکتا ہے وہی کچھ ۔ ۱۹

پروفیسر خاطر غزنوی کا یہ منظوم ترجمہ بہت اعلیٰ اور مکمل ہے اس میں خوشحال خان خٹک کے شعر کا سارا مضمون بدرجہ اتم موجود ہے۔ دستار نامہ میں پشتو اشعار کیساتھ ساتھ فارسی رباعیات، قطعات اور متفرق اشعار بھی موجود ہیں۔ پروفیسر خاطر غزنوی نے کہیں پر ان کا ترجمہ کیا ہے اور کہیں پر ان کو بغیر ترجمے کے چھوڑ دیا ہے۔ راقم کے خیال میں پروفیسر موصوف

کو پشتو اشعار کی طرح فارسی مقولوں اور اشعار کا ترجمہ بھی ضرور کرنا چاہیے تھا کیونکہ مملکت خداداد میں فارسی کا رواج روز بروز کم ہوتا جارہا ہے اور فارسی کو سمجھنا ہر قاری کے بس میں پہلے بھی نہیں تھا۔ ترجمے کے حوالے سے انیس ناگی کا کہنا ہے کہ ''اگر ایک طرف نئے معاشرتی، سیاسی، علمی و ادبی نظریات کی آفرینش کے لئے براہ راست تراجم کی ضرورت ہے تو دوسری طرف اردو زبان کی نئی تشکیل اور وسعت کے لئے اس میں نئے تصورات، نئے الفاظ اور نئے جذباتی پیرایوں کو منتقل کرنے کی ضرورت ہے۔''۲۰ جب تک فارسی زبان ہندوستان میں بولی سمجھی اور لکھی جارہی تھی تب بھی یہ طبقہ؟ اشرافیہ کی زبان تھی۔ پاکستان بننے کے بعد کچھ عرصے تک تو فارسی کا رواج رہا لیکن اب چند دینی مدارس کے علاوہ فارسی کی تدریس کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور یہاں پر خوشحال خان خٹک کے دستارنامہ کو پڑھنے والے اکثر و بیشتر قارئین فارسی سے ناآشنا ہونگے اس لیے اگر تمام فارسی اشعار کا ترجمہ بھی درج کیا جاتا تو اس طرح دستارنامہ کے اُردو خوان قاری کو کسی قسم کی تشنگی کا احساس باقی نہ رہتا۔

جن فارسی اشعار کا انہوں نے ترجمہ کیا ہے نمونہ درج کیا جاتا ہے۔

شجاعت ز دانا بود دلپذیر   کہ ناداں ز کشتن ندارد گزیر

ترجمہ: دانا کی شجاعت میں دلپذیری ہوتی ہے ناداں تو صرف قتل کرنا جانتا ہے۔۲۱

فارسی شعر کے اُردو ترجمے کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو۔

نظم را ہمچوں عروس دان و نغمہ زیورش   نیست عیبی گر عروس خوب بے زیور بود ترجمہ: نظم کی حیثیت دلہن کی ہے اور نغمہ اس کا زیور ہے، اگر خوبصورت دلہن زیور کے بغیر بھی ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔۲۲

تاہم زیادہ تعداد ایسے فارسی اشعار کی ہے جن کا ترجمہ نہیں دیا گیا۔ اور اس وجہ سے اس قاری کو جو فارسی سے ناواقف ہے ترجمہ میں تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کی آیات، احادیث یا عربی مقولوں کا ترجمہ بھی کہیں پر درج کیا گیا ہے اور کہیں پر ان کو جوں کا توں ہی رہنے دیا گیا ہے۔ جبکہ مترجم کیلئے لازم ہے کہ وہ فن پارے کا ترجمہ کرتے وقت تمام قارئین کو سامنے رکھے اور عام قاری کو بھی نظر انداز نہ کرے۔ اگر اس تناظر میں ترجمہ کیا جائے گا تو وہ ترجمہ زیادہ دیرپا اور ہمہ گیر ہوگا۔۔ اگرچہ عالم اور سمجھنے والے قاری کیلئے ایسے ترجمے میں حشو و زوائد اور وقت کے ضیاع کے پہلو کا سامنے آنا ممکن ہے، تاہم کم علم قاری کیلئے اس سے آسانی پیدا ہو سکتی ہے اور یہ اس کے علم میں اضافے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ اگر اس معمولی تشنگی کو نظر انداز کیا جائے تو پروفیسر خاطر غزنوی کا ترجمہ نہایت اعلیٰ درجہ کا ترجمہ ہے کیونکہ یہ ایک عظیم مفکر، شاعر اور صاحبِ سیف وقلم "خوشحال خان خٹک" کی اس بیش بہا کتاب کا اُردو دان طبقے میں کماحقہ تعارف و ترویج کا سبب ہے۔ بحیثیت مجموعی پروفیسر موصوف نے اس کام میں انتہائی جان فشانی اور محنت کا مظاہرہ کیا ہے۔

حوالہ جات

۱ خدیجہ فیروزالدین، بیگم، خوشحال خان خٹک حیات وفن، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء، ص ۷

۲ صدیقی، رضی الدین، پیش لفظ، مشمولہ منتخبات خوشحال اردو ترجمہ، ڈاکٹر انوارالحق، پشتو اکیڈمی، یونیورسٹی آف پشاور، ۱۹۸۹، ص ۴۵

۳ رضا ہمدانی، ترجمے کی ضرورت، مشولہ ترجمہ روایت اورفن، مرتبہ، نثار احمد قریشی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۹۲

۴ طائر، محمد نواز، پروفیسر، پیش لفظ مشمولہ: دستارنامہ، خوشحال خان خٹک، ترجمہ، خاطرغزنوی، پشتو اکیڈمی جامعہ پشاور ۰۸۹۱ء ص ۲۱۔۳۱

۵ پریشان خٹک، پروفیسر، دیباچہ، مشمولہ: دستارنامہ۔خوشحال خان خٹک، ترجمہ، خاطرغزنوی، پشتو اکیڈمی جامعہ پشاور۔ص۔۸۱

۶ خوشحال خان خٹک، دستارنامہ، مترجم، خاطرغزنوی، پشتو اکیڈمی جامعہ پشاور ۰۸۹۱ء ص ۰۲

۷ خدیجہ فیروزالدین، بیگم، خوشحال خان خٹک حیات وفن، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء، ص ۹۲۴

۸ خاطرغزنوی، پروفیسر، دستارنامہ: خوشحال خان خٹک، پشتو اکیڈمی جامعہ پشاور، ۰۸۹۱ء ص۔۲۲

۹ ایضاً ص۔۲۷

۱۰ ہمیش خلیل، پشتو ادب کے اردو تراجم، مشمولہ: خیابان، شعبہ اُردو جامعہ پشاور، بہار ۶۰۰۲ء ص ۱۷۲

۱۱ کامل، دوست محمد خان مہمند، خوشحال خان خٹک (سوانح حیات) مولف دوست محمد خان کامل مہمند، شاہین، سپو گئے پلازہ جمرود روڈ پشاور (دوسرا ایڈیشن) ۶۰۰۲ء (پہلا ایڈیشن ۱۵۹۱ء) ص ۵۸۲

۱۲ خاطرغزنوی، پروفیسر، دستارنامہ: خوشحال خان خٹک، پشتو اکیڈمی جامعہ پشاور، ۰۸۹۱ء ص۔۳۴-۱۴

۱۳ میجر راورٹی، بحوالہ کامل، دوست محمد خان مہمند، خوشحال خان خٹک (سوانح حیات) مولف دوست محمد خان کامل مہمند، شاہین، سپو گئے پلازہ جمرود روڈ پشاور (دوسرا ایڈیشن) ۶۰۰۲ء (پہلا ایڈیشن ۱۵۹۱ء) ص ۵۸۲

۱۴ کامل، دوست محمد خان مہمند، خوشحال خان خٹک (سوانح حیات) مولف دوست محمد خان کامل مہمند، شاہین، سپو گئے پلازہ جمرود روڈ پشاور (دوسرا ایڈیشن) ۶۰۰۲ء (پہلا ایڈیشن ۱۵۹۱ء)، ص ۸۲۷

۱۵ پریشان خٹک، پروفیسر، دیباچہ، مشمولہ: دستارنامہ۔خوشحال خان خٹک، ترجمہ، خاطرغزنوی، پشتو اکیڈمی جامعہ پشاور۔ص ۱۷

۱۶ خاطرغزنوی، پروفیسر، دستارنامہ: خوشحال خان خٹک، پشتو اکیڈمی جامعہ پشاور، ۱۹۸۰ء، ص۔۱۰۲۔۱۰۷

۱۷ ایضاً، ص۔۲۲۸

۱۸ ایضاً، ص۔۴۸

۱۹ ایضاً، ص۔۴۳

۲۰ انیس ناگی، ترجمے کی ضرورت، مشولہ ترجمہ روایت اورفن، مرتبہ، نثار احمد قریشی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص۳۱

۲۱ خاطرغزنوی، پروفیسر، دستارنامہ: خوشحال خان خٹک، پشتو اکیڈمی جامعہ پشاور، ۱۹۸۰ء، ص۔۷۷

۲۲ ایضاً، ص۔۱۶۳